دورِ خلافتِ راشدہ کا نظامِ تعلیم

جناب سید فاروق حسن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو قرآن مجید عطا فرمایا ' جو کلامِ الٰہی ہونے کے سبب تمام علوم کا بنیادی اور اصولی سرچشمہ ہے۔ آپ نے انسانیت کو اپنی سنت مطہرہ بھی عطا کی جو فی الحقیقت علوم الٰہی کی تعلیم و تفسیر کا سب سے زیادہ مستند ذخیرہ ہے۔ اس طرح آپؐ نے دنیائے انسانیت کو وہ علم عطا کیا جو تمام علوم سے افضل اور تمام فلسفہ ہائے تعلیم کا سرچشمہ ہے۔ علم کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کا یہ عالم تھا کہ اسیرانِ بدر کے لیے یہ فدیہ بھی تھا کہ وہ اگر مدینے کے کچھ بچوں کو تعلیم دے دیں تو انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دیا جائے گا۔

خلفائے راشدینؓ کا دور فی الحقیقت تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی توسیعی اور تعلیمی دور ہے۔ اس دور میں تعلیمات نبوتؐ کے اثرات و خصوصیات کا دور دورہ ہے اور اثرات رسالت وفات نبویؐ کے ساتھ ختم ہونے کے بجائے' پورے دور خلفائے راشدینؓ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ سیرت نگار کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی ہی ہے جو ہر خلیفہ راشدؓ کے دور میں بدلے ہوئے حالات کے اندر مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی کر رہی ہے۔ قدم قدم پر انوار رسالتؐ سے استفادہ دکھائی دیتا ہے اور ۱۱ ہجری سے ۴۰ ہجری تک ۳۰ سال کا یہ دور اپنے ہر پہلو اور ہر جہت سے نبوت و رسالت کی تعلیمات کا پرتو نظر آتا ہے اس لیے تعلیم اور فلسفہ تعلیم کے نقطہ نظر سے اس عہد زریں و مثالی کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ فی الحقیقت عہد رسالت کا یہ دور بھی تتمہ اور ضمیمہ ہی دکھائی دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' کا دور

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور بڑا مختصر تھا' لیکن امت کی رہنمائی اور انتہائی پریشان کن حالات میں ثابت قدمی کے ساتھ نبوی تعلیمات کی روشنی میں امت کی قیادت ' ایک حیرت انگیز مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رہنمائی دی کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ موجودہ حالات میں خلیفہ مہاجرین اور قریش میں سے ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام دفن کا مسئلہ اٹھا تو آپ نے رہنمائی دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن کیے جاتے ہیں۔ لشکر اسامہؓ کی ترسیل کا مسئلہ اٹھا تو انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ جس کام کو رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا سامان کیا اور جس کو مقرر فرمایا اسے منسوخ کرنے کا کسی حق حاصل نہیں ہے۔ مخالفین زکوۃ کا مسئلہ اٹھا اور اس میں صحابہ کرامؓ میں دو رائیں پیدا ہوئیں تو انہوں نے کہا کہ ارکان دین میں سے کسی ایک رکن کے بارے میں بھی اگر کوئی مخالفت کرے گا تو اس کا تلوار سے مقابلہ کیا جائے گا اور زکوۃ کی ایک پائی کو معاف نہ کیا جائیگا۔ ان کی تعلیمات نے دین کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔

انہوں نے تعلیم کے سر چشمے، قرآن مجید کو سب سے پہلے جمع کر کے مرتب کرنے کی تحریک کی اور اس کی ترتیب دی، پھر اسے کتابی صورت میں مرتب کر کے اس کا نام مصحف رکھا۔

انہوں نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں اپنے گھر پر مسجد تعمیر کی اور اس میں تلاوت تعلیم قرآن کا اہتمام کیا جس سے مشرکین میں سخت رد عمل پیدا ہوا اور بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوئے۔

احادیث جو تعلیم اسلام کا دوسرا سر چشمہ ہیں، ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوالات اور روایات کا بہت سا حصہ ہے جو ۱۴۲ روایات پر مشتمل ہیں۔ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستند طریقہ نماز لوگوں کو سکھایا۔ اسی طرح زکوۃ کی اقسام اور مقداروں کے بارے میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایات کا درجہ سب سے بلند ہے۔ آپ نے فقہ اسلامی کے بنیادی اصول اجتہادی طریقے پر طے فرمائے۔

خوابوں کی تعبیر کا فن بھی ایک علم ہے اور اس فن کے امام ابن سیرین کا اپنا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں فن تعبیر خواب کے سب سے زیادہ ماہر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اسی طرح تصوف میں بھی ان کا بلند مقام ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس قول کو تصوف کی جان سمجھا جاتا ہے کہ:-

"پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لیے سوائے عجز کے کوئی راستہ نہیں بتایا"۔

علم عقائد میں بھی ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا اور علم الانساب تو گویا ان کی میراث تھا۔ فن خطابت میں بھی آپ کو بہت بلند مقام حاصل تھا۔

انہوں نے اپنے دور میں تعلیمات قرآن اور تعلیمات نبویؐ کو وسعت دینے کے لیے اصحاب صفہ کے مدرسے کو قائم رکھا اور حضرت ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ کو قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے لیے مقرر فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' کا دور

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' جب امیر المومنین بنے تو انہوں نے نظام تعلیم و تدریس کی طرف مزید توجہ فرمائی ' خصوصاً" بچوں کی تعلیم پر انہوں نے زور دیا اور تعلیم کے نظام کو زیادہ منظم اور منضبط بنانے کی کوشش کی۔ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں میں ہر جگہ قرآن حکیم کا درس جاری کیا۔ مدینہ منورہ میں بھی چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے جو مکتب تھے ان کے معلمین کا وظیفہ یعنی تنخواہ پندرہ درہم مقدر فرمائی (سیرت العمرین ابن جوزی) گویا ان کے دور میں تعلیم کو سرکاری محکمے کی صورت دی گئی۔

کتاب البیان و التبیین کے مصنف جاحظ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' نے بچوں کو ضرب الامثال یاد کرنے اور عمدہ شعراز بر کرنے کی تاکید فرمائی تھی۔ مزید برآں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' نے تمام اضلاع میں احکام بھیجے کہ بچوں کو کلام پاک لکھنے کا فن شریف سکھایا جائے۔ اس دور میں بچوں کی تعلیم گاہیں بالعموم مسجدیں ہی تھیں یا پھر گھروں پر انہیں والدین تعلیم و تربیت دیتے تھے (معجم البلدان ' یاقوت حموی)۔ ان کے دور میں مسجدوں میں بالغوں کی تعلیم و تربیت کے لیے تعلیمی حلقے بھی قائم تھے جن کی تعداد چار ہزار نو سو کے لگ بھگ تھی۔ ان میں نو سو جامع مسجدیں تھیں جہاں سے علم و تہذیب کی شعاعیں پھوٹتی تھیں اور اسلامی معاشرے کو منور کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فوجیوں کے فرائض منصبی میں قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کو بھی شامل کر دیا تھا۔ وہ ہر سال صوبوں کے حکام اور فوجی افسروں سے حفاظ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے صوبہ بصرہ سے ایک سال ' دس ہزار حفاظ قرآن کی فہرست بھیجی جس پر وہ بہت خوش ہوئے اور ان کا وظیفہ بڑھا دیا۔ (الفاروق شبلی نعمانی) گویا ان کے دور میں قرآن کی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

ایک عمومی فرمان حضرت عمر فاروقؓ نے جاری فرمایا جس میں درج تھا کہ "بلاد اسلامیہ میں سے کوئی شخص بازاروں میں دکان نہیں کھول سکتا جب تک وہ تجارت کے بارے میں دینی احکام سے آگاہی نہ رکھتا ہو"۔ (الفاروق ' شبلی نعمانی) - ایسی تدابیر سے حضرت عمر فاروقؓ نے پوری مملکت کو علم سے معمور کر دیا اور رعایا کے فکر و نظر میں عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ ہر پیشے کے فرد پر لازم تھا کہ اس پیشے کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور ہدایات سے آگاہی رکھتا ہو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' کا دور

حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی تعلیمی پالیسی کو جوں کا توں رکھا اور اس میں

کوئی خاصی تبدیلی نہ کی ' البتہ عالم اسلام ان کے اس احسان و کرم کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں قرآن عظیم کی کتابت و قرات کے اختلافات کو دور کیا اور مصحف صدیقی کی مصدقہ نقلیں تیار کروا کے اضلاع کے مختلف مراکز میں رکھوا دیں تاکہ لوگ اپنے اختلافات رفع کر سکیں۔ تعلیمات قرآن میں یہ عظیم انقلابی قدم تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور

حضرت علیؓ بھی ' جنہیں لسان نبوت سے "باب العلم" ہونے کا لقب ملا تھا' حضرت عمرؓ کی تعلیمی پالیسی پر عمل پیرا رہے اور چند اضافے بھی فرمائے۔ مثلاً" علم نحو کی بنیاد انہی نے رکھی اور اپنے تلمیذ رشید ابوالاسود دیلمی کو چند اصولی قاعدے بتا کر علم نحو کی تفاصیل مرتب کرنے پر مقرر فرمایا۔ ان کے دور میں بھی علم دین کی اشاعت کا کام خاصا ہوا اور خصوصاً" احادیث کی ترتیب کا علم پھیلا۔

تعلیم کی اشاعت و توسیع میں خلفائے راشدین کے پہلو بہ پہلو دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا۔ علامہ شبلی کے الفاظ میں :

"ہزاروں صحابہؓ سرزمین عرب سے نکل کر تمام نئے مفتوحہ ملکوں میں پھیل گئے اور بعض نے وہیں سکونت بھی اختیار کر لی۔ محتاط اندازے کے مطابق شام میں دس ہزار' کوفہ میں ایک ہزار' حمص میں پانچ سو' مصر میں ساڑھے تین سو صحابی موجود تھے۔ یہ لوگ جہاں گئے حدیثوں اور عام مذہبی مسائل کا ذخیرہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اس دور میں عمال حکومت بھی عوام کی تعلیم و تربیت میں خلفائے اربعہ کا ہاتھ بٹاتے تھے چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ میں عامل مقرر ہو کر آئے تو فرمانے لگے

"مجھے حضرت عمر فاروقؓ نے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تمہیں تمہارے اللہ کی کتاب اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دوں"۔

سیدنا عمر فاروقؓ کسی شخص کو گورنر بناتے تو اسے تاکید فرماتے:

"دیکھو میں تمہیں مسلمانوں کا رہنما اور تربیت دینے والا بنا کر بھیجتا ہوں ' ان کی تعلیم و تربیت سے غفلت نہ کرنا"۔ یہ تعلیم و تربیت حکام اعلیٰ کے ذمے تھی جو وہ محنت سے سرانجام دیتے تھے۔

دور خلافت میں معلم کا مقام

اس سنہری دور میں استاد کو معاشرے میں بہت بلند مقام حاصل تھا۔ علامہ

سیوطی لکھتے ہیں: "جابر بن عبداللہؓ کی بے پناہ عزت و توقیر کی جاتی تھی' کیونکہ وہ مسجد نبوی میں درس دیتے تھے۔" حضرت ابوالدردا دمشق میں درس دینے کے لیے مسجد میں آتے تو ان کے ساتھ ان کے طلبہ کا اتنا ہجوم ہوتا تھا جتنا بادشاہ کے ساتھ درباریوں کا"

"ابو سعید خطبہ دیتے تو سامنے آدمیوں کی صفیں کھڑی ہو جاتیں۔"

ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تو ان کے ارد گرد آدمیوں کا اس قدر ہجوم ہو جاتا کہ انہیں اپنے مکان کی بالائی منزل پر جاکر حدیث بیان کرنا پڑتی۔ یہ تھا معلم کا مقام اسلامی معاشرے میں اور یہ تھا علم کے لیے ذوق و شوق اس دور میں۔

دور خلافت میں طلبہ سے حسن سلوک

اکابر صحابہؓ اور معلمین کرام طالبان علم کے ساتھ نہایت کشادہ دلی سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ جب ابو ھارون عبدی' حضرت ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے نہایت تپاک سے کہا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس گوشے گوشے سے بہت سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے تم ان سے بھلائی کرنا"۔

حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت عالیہ میں خواجہ حسن بصریؒ حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کو بتایا کہ "اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میرے بعد تمہارے پاس لوگ تحصیل علم کے لیے آئیں گے' ان کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا اور علم سکھانا"۔

یہ چند روایات خلافت راشدہ کے زمانے میں معلم اور ہنر کے باہمی تعلقات کی خوشگواری اور استواری پر دلالت کرتی ہیں۔

دور خلافت میں نصاب تعلیم

جہاں تک اس بابرکت زمانے میں نصاب تعلیم کا تعلق ہے اس بارے میں ہمارے پاس تاریخی مواد بہت کم ہے تاہم یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں عہد نبویؐ کی نسبت نصاب تعلیم وسعت پذیر ہو چکا تھا۔ ایک طرف قرآن' حدیث اور فقہ کی تدریس و کتابت پر توجہ دی گئی تو دوسری طرف علم انساب اور شعر و ادب کی

طرف بھی میلان بڑھا اور پیراکی اور شہہ سواری کے فنون پر خاص طور پر زور دیا گیا۔
اس ضمن میں کتاب البیان والمتبیین کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"حضرت عمر فاروقؓ نے تمام اضلاع میں حکم بھجوایا تھا کہ اپنی اولاد کو تیرنا سکھاؤ، شہسواری کی تربیت دو، عمدہ ضرب الامثال یاد کراؤ اور پاکیزہ اشعار یاد کرنے کی تلقین کرو۔"

محدث ابن جوزی لکھتے ہیں:

"ان درسگاہوں میں قرآن مجید کے علاوہ ادب، لغت، شعر و سخن کی تعلیم بھی ہوتی تھی، خصوصاً" حضرت عمر فاروقؓ تاکید فرماتے تھے کہ اپنی اولاد کو شعر کی تعلیم دو"۔

دور خلافت راشدہ میں مقاصد تعلیم

اس زمانے میں تعلیم کا مقصد وہی تھا جو عہد نبویؐ میں واضح کر دیا گیا تھا، اس لیے معلمین کے پیش نظر یہی تھا کہ طلبہ و عوام کی زندگیاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق ڈھل جائیں اور انہیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔ اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے، "جب کسی عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو دین کی بات میں اس کا اعتبار نہ کرو"۔

حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی، "اے فرزند ریاکاری، بحث مباحثے اور فخر و مباہات کے لیے علم نہ سیکھنا"۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، "بہت سی حدیثیں یاد کر لینا علم نہیں، علم تو اللہ تعالیٰ کے خوف کا دوسرا نام ہے"۔

المختصر، رضائے الٰہی کا حصول مسلمانوں کی سعی و جہد کا منتہائے مقصود اور نظام تعلیم کا نصب العین تھا۔

لازمی تعلیم کا اہتمام

اس دور میں لازمی تعلیم کے اصول کا بھی سراغ ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے ابو سفیان نامی ایک شخص کو چند آدمیوں کی جماعت کے ساتھ اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ قبائل عرب کا دورہ کریں اور ہر مسلمان کا امتحان لیں۔ جس کو قرآن مجید یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔ کنز العمال میں فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد گرامی درج ہے "مسلمانوں کو بقرہ، نساء، مائدہ، حج اور نور

سورتیں سیکھنا لازمی ہیں، کیونکہ ان میں عملی زندگی کے بارے میں ضروری احکام مذکور ہیں"۔

اس دور میں روایت و حفظ کا طریق تعلیم بھی رائج تھا۔ چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"۲۵ ہجری تک جب تک باقاعدہ تصنیف و تالیف شروع نہ ہوئی تھی جو تعلیم تھی وہ عرب کے سادہ اور نیچرل طرز زندگی کے لیے موزوں تھی۔ علوم دو تھے جن کا حافظے سے زیادہ تر تعلق تھا۔ دینی مسائل بھی معمولی فہم کی دسترس سے باہر نہ تھے اور طرز تعلیم تو بالکل وہی تھا یعنی سند و روایت جو قدیم زمانے میں رائج تھا۔"

رفتہ رفتہ املا، تحریر و کتابت کا رواج بھی بڑھنے لگا جس کی ابتدا عہد نبویؐ میں ہو چکی تھی۔ کتابت قرآن اور کتابت حدیث پر خاص توجہ دی گئی۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ٹھوس شہادتیں موجود ہیں کہ انہوں نے احادیث کے صحیفے مرتب کیے اور شہرت دوام پائی۔

اس دور میں معیار اور مدارج تعلیم کا قیام

اس دور میں ممتحن اور مدرس مقرر کرنے اور جماعتوں کی درجہ بندی کا سراغ ملتا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداؓ جامع دمشق میں درس دیتے تھے۔ ان کے گرد تقریباً" ۱۶۰۰ طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ ان کا انداز تعلیم یہ تھا کہ دس دس طلبہ کی علاحدہ علاحدہ جماعت بنا دیتے تھے۔ ہر جماعت پر ایک نائب یا مدرس مقرر ہوتا تھا۔ وہ خود مختلف جماعتوں کے درمیان ٹہلتے رہتے اور طلبہ کا سبق بڑے غور سے سنتے تھے۔

اس دور میں معلمین کو تنخواہیں دینے کا آغاز

اگرچہ قرون اولیٰ میں بیشتر معلمین اپنے شاگردوں کی تعلیم کا فرض (اللہ کی رضا جوئی کے لیے) بلا معاوضہ انجام دیتے تھے، لیکن حالات کے تقاضوں اور عصری مجبوریوں کے باعث تنخواہ دار معلمین کی تقرری کا آغاز بھی اس زمانے میں ہوا۔ مثلاً" ابن جوزی نے سیرت عمر بن خطابؓ میں لکھا ہے:

"حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے ہر معلم کی تنخواہ پندرہ درہم سرکاری خزانے سے مقرر فرمائی تھی"

طالب علموں کے وظائف بھی اس زمانے میں پہلے پہلے مقرر ہوئے۔ اس جدت کا سہرا حضرت علیؓ کے سر ہے۔ بعد کے مسلمان حکمرانوں نے اس مفید روایت کو جاری رکھا اور اسے فروغ دیا۔

دور خلافت میں تعلیم نسواں کا اہتمام

خلفائے راشدینؓ کے دور حکومت میں تعلیم نسواں پر بھی مناسب حد تک توجہ دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا گھر اس تعلیم کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ حضرت فاطمہؓ علم عروض و فن خطابت میں بڑی دست گاہ رکھتی تھیں۔ جناب فاطمہؓ کی صاجزادیاں زینبؓ اور کلثومؓ اور پوتیاں سیکنہؓ اور فاطمہ صغریٰؓ سب کی سب زیور علم سے آراستہ تھیں۔ عائشہ بنت طلحہؓ علم نجوم اور ذوق سخن میں ممتاز تھیں۔ غرض تعلیمی سرگرمیوں میں خواتین مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔

اس دور کے نظام تعلیم کے اولین فیض یافتگان اور اساتذہ

حضرت مسیح کے قول کے مطابق ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے'' اس نظام تعلیم کی اثر آفرینی اور افادیت کا اندازہ لگانے کے لیے درس گاہ نبویؐ کے اولین فیض یافتہ افراد پر نظر ڈالیے جو علم کے اساعین ثابت ہوئے پھر یہی حضرات بعد کے ادوار میں اساتذہ و معلمین امت ثابت ہوئے۔

ان اساتذہ میں حضرت فارسیؓ اور ابوذغفاریؓ جیسے زاہد اور خرقہ پوش بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور علی مرتضیٰؓ جیسے عالم اور فقیہ بھی تھے حضرت عمروبن العاصؓ اور خالد بن ولیدؓ جیسے فاتح اور مجاہد تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے دنیا کے جہاں بان اور ملکوں کے فرمان روا تھے۔ یہاں ہر رنگ اور ہر ذوق کے طالب علم اور معلم تھے۔ مسجد نبویؐ ایک جامع اور عمومی درسگاہ تھی جہاں ذوق' مناسبت طبع اور استعداد کے لحاظ سے سب لوگوں کو تعلیم ملتی تھی۔

یہ مجمل سا تذکرہ دور خلافت راشدہ میں تعلیم اور نظام تعلیم کا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو دین پوری انسانیت کے لیے آیا تھا اس کے اولین علمبرداروں نے علم کی اشاعت کے لیے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ آج جو کچھ اسلامی علوم کے سرچشمے ہمارے پاس ہیں یہ اس سنہری دور کی یادگار ہیں۔

(ماخوز از مقالات مذاکرہ علمی (ہمدرد))